

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

قاعدے کی بات ہے کہ انسان تیاری اُس مقصد کی مناسبت ہی سے کیا کرتا ہے جو اس کے پیش نظر ہو۔ تیاری بجائے خود کوئی مسخ نہیں رکھتی۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے۔ مقصد کی نوعیت ہی اس کی نوعیت معین کرتی ہے، مقصد کی وسعت یا محدودیت کے لحاظ ہی سے اس کا پیمانہ وسیع یا محدود ہوتا ہے، اور مقصد ہی کا مزاج تیاری کے ممکن طریقوں میں سے مناسب تر طریقے کا انتخاب کرتا ہے۔ بسا اوقات مختلف مقاصد کے لیے بڑی حد تک ایک ہی طرح کی تیاریاں کرنی پڑتی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر مقصد کے لیے وہ ناگزیر ہوتی ہیں، لیکن اس ظاہری مماثلت کے اندر غائر نگاہ سے دیکھا جائے تو صاف محسوس کیا جاسکتا ہے کہ مختلف مقاصد کی ملتی جلتی تیاریوں میں بھی ہر مقصد کی روح اپنی جدا گانہ شان کے ساتھ کار فرما ہوتی ہے اور ابتدائی مرحلوں سے گزر کر تکمیلی مراحل جتنے جتنے قریب آتے جاتے ہیں ان تیاریوں کے رستے بالکل ایک دوسرے سے الگ اور فوار ہوتے پے جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر دیکھیے، اسلحہ سازی ایک قسم کی تیاری ہے۔ آپ خواہ کسی غرض سے اسلحہ بنائیں، بہر حال صنعت کے چند طریقے آپ کو وہی اختیار کرنے ہوں گے جو کسی دوسری غرض کے لیے اسلحہ بنانے کا اختیار کرتے گا۔ لیکن ابتدا ہی سے وہ مقصد جس کے لیے آپ اسلحہ بنا رہے ہیں، آپ کی اس تیاری کے پہلے اور اس کی نوعیت اور اس کے نتائج کو ان دوسرے لوگوں کی تیاریوں سے مختلف کر دے گا جو دوسرے مقاصد کے لیے ہی کام کر رہے ہوں۔ فرض کیجیے، آپ صرف ایک فن لطیف (فائن آرٹ)، کی حیثیت سے خوبصورت اسلحہ تیار کرنا چاہتے ہیں جس سے آپ کا مقصد محض اپنے اور اپنی سی و بہنیت رکھنے والوں کے ذوقِ جمال کو تسکین دینا ہے، ایک دوسرے شخص پیشہ و اسلحہ ساز ہے، اور ایک تیسرا شخص اس لیے اسلحہ بناتا ہے کہ اسے ایک فوج تیار کرنی ہے امدان ہتھیاروں سے خود اپنا جنگی مقصد

ماصل کرنا ہے۔ ان تین مختلف مقاصد کے لیے آپ اور وہ دونوں اسلحہ سازی کے بہت سے مشترک طریقے اختیار کریں گے، لیکن تینوں کے مقاصد کا اختلاف پہلے قدم ہی سے تینوں کی راہیں الگ کر دیگا اور تکمیل مراحل کی طرف جتنا جتنا قدم بڑھے گا یہ راہیں ایک دوسرے سے بعید اور بعید تر ہوتی چلی جائیں گی۔

فن لطیف ہونے کی حیثیت سے آپ جو اسلحہ سازی کریں گے اس میں آپ کے لیے نفس نفیس تلواریں اور بنڈھتیں بنانا بجاتے خود مقصود ہوگا، کسی دوسرے مقصد کے لیے ان کو آلہ ذریعہ بنانے کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ آپ کی نگاہ میں اصل اہمیت اسلحہ کی نفاست، خوش نمائی اور ستھرائی کی ہوگی، خواہ وہ کازا میں اپنی کاٹ اور مار کے اعتبار سے بالکل ناقص ہی کیوں نہ ثابت ہوں۔ آپ اسلحہ سازی کے طریقوں میں سے اختیار صرف انہی طریقوں کو کریں گے جن سے لطیف ترین، نازک ترین، حسین ترین متحیاری بن سکیں اور عجائب دکھا کر ہر صاحب ذوق سے داد تحسین لیں۔ ان طریقوں کی طرف تو نظر اٹھا کر دیکھنا بھی آپ کو گوارا نہ ہوگا جن سے بھاری بھرکم، ہر ٹاک اور پھیپھانک تلخہ شکن متحیاری اور میدان مارا اسلحہ بنا کر تے ہیں۔ آپ کی تلواریں اس لیے نہ ہوں گی کہ صفوں کو الٹ دیں بلکہ اس لیے ہوں گی کہ ہر وہی ریشمی زوال کاٹ دیں۔ آپ آتش بار اسلحہ آتش باری کے لیے نہیں بلکہ آتش بازی کے لیے بنائیں گے۔ آپ کی توپ اس لیے نہ ہوگی کہ میدان جیتے بلکہ اس لیے ہوگی کہ اس کا گولہ آسمان پر جا کر پھٹے اور رنگ برنگ کے پھول برساتے۔ پھر آپ کے اس کارخانے کی کشش بھی ان خریداروں کو نہ پھینچے گی جنہیں لڑنے کے لیے متحیاری درکار ہیں بلکہ پھینچے گی ان خوش ذوق لوگوں کو جو لڑائی بھڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، محض آپ کی طرح آرٹ کے دلدادہ ہیں۔ وہ آپ کے بنائے ہوئے اسلحہ ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور انہیں نو بصورت غلافوں میں لپیٹ کر اپنے کمرہ کی زینت بنائیں گے۔ بہت سے بہت اگر کوئی کام انہوں نے ان متحیاروں سے لیا بھی تو بس یہ کہ کچھ نشانہ بازی کی مشق کر لیں، کچھ تلوار کے ہاتھ صاف کر لیں، کبھی کوئی ہانور مار لیا اور کبھی تماشاٹیوں کے مجمع میں سپہ گری کے کمالات کا کر خراج تحسین وصول

کر لیا۔

رہا پیشہ ور اسلحہ ساز، تو وہ اچھے سے اچھے اسلحہ بنا کر میرا بازار رکھ دے گا کہ جس کا جی چاہے قیمت دے اور خرید لے جاتے۔ اس کی ملواری اس کے اپنے کام کی نہ ہوگی، خریدار کے کام کی ہوگی۔ وہ اس پر بارگاہ رکھے گا اور خریدار اس کی کاٹ سے فائدہ اٹھائے گا۔ ہر قسم کے خریداروں کی ضروریات کے لیے اس کے کارخانے میں ہر قسم کے ہتھیار تیار ملیں گے۔ شکاری شکار کے لیے، ڈاکو ڈاکو زنی کے لیے، جہانگیر کشورکشی کے لیے، مجاہد راہ خدا میں جہاد کے لیے، غرض ہر ایک اپنے مقصد کے لیے وہاں سے ہتھیار پائے گا۔ وہ خود کسی مقصد خاص کا خادم نہ ہوگا بلکہ مقاصد دوسروں کے ہونگے اور وہ سب کامیساں خادم ہوگا۔ اس بے مقصد اسلحہ سازی کا اثر لازماً صنعت اسلحہ کے طریقوں پر بھی پڑے گا۔ فن کے معلوم و معروف طریقے تو پوری مہارت کے ساتھ اس کارخانے میں استعمال کیے جائیں گے، لیکن کارزار میں کام آنے کے لیے اسلحہ میں جن عملی خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے انہیں پیدا کرنے کا طریقہ اس پیشہ ور فن کار کو سرے سے معلوم ہی نہ ہوگا۔ اس کا حال وہی ہوگا جو گذشتہ جنگ عظیم میں امریکہ کے اسلحہ ساز کارخانوں کا تھا کہ بازار کے چلتے ہوئے اسلحہ تو وہ خوب بنا سکتے تھے مگر کارزار کے عملی تجربوں سے جنگ آزمائہ فوجوں نے اسلحہ سازی میں جو کمالات پیدا کیے تھے ان کی ہوتا کمبلن پیشہ ور اسلحہ سازوں کے مال کو نہ لگی تھی۔ جیسا کہ مشر لاٹڈ جارج نے اپنی خود نوشت سوانح میں لکھا ہے۔ امریکہ کے اسلحہ اپنی چمک و بک اور شان اور نفاست سے نگاہوں کو خیرہ کرتے تھے مگر میدان کی امتحان گاہ میں ناکام ثابت ہوتے تھے۔

بجائے اس کے جو شخص اسلحہ اس لیے بناتا ہے کہ اس کے پیش نظر ایک جنگی مقصد ہے جس کے لیے وہ اپنی فوج کو اپنے ہی ہتھیاروں سے مسلح کرنا چاہتا ہے، اس کا معاملہ آپ کے اور اس پیشہ ور اسلحہ ساز کے معاملہ سے قطعاً مختلف ہوگا۔ ڈھلائی اور صیقل گری اور آتش کاری کے ابتدائی اصول

اس کے ہاں بھی وہی ہونگے جو آرٹسٹ اور پیشہ ور کے ہاں ہوں گے، مگر ان کا استعمال اس کے ہاں بالکل مختلف طور پر ہوگا۔ اس کو اسلحہ کی نفاست و خوشنمائی کی اتنی پروانہ ہوگی جتنی ان کی کاٹ اور مار کی ہوگی۔ کوئی ہتھیار چاہے کتنا ہی خوشنما ہو، اگر میدان کی آزمائش میں پورا نہ اتر سکے تو وہ اس کے کسی کام کا نہ ہوگا۔ البتہ بھونڈے سے بھونڈا ہتھیار بھی جو اس آزمائش میں پورا اتر سکے اس کی نظر میں نہایت پسندیدہ ٹھہرے گا۔ اسے مظہر العجائب ہتھیاروں کی حاجت نہ ہوگی، بس کارگر ہتھیار مطلوب ہوں گے۔ اسے وہ توپ و رکار ہوگی جس کا گولہ قلعوں کو پاش پاش کر دے چاہے اس سے پھول ایک بھی نہ چھڑے۔ اس کو وہ تلوار مرغوب ہوگی جو دشمن کے اندر دوش تا کمر اتر جائے چاہے چمک کا نام بھی اس میں نہ ہو اور ہر کے رومال کا ایک تار بھی نہ کاٹ سکے۔ ان خوبیوں کے ساتھ اگر ستھرائی اور نفاست و خوشنمائی بھی ہو تو کیا کہنے مگر مقابلہ وہ کارگر مگر بھونڈے ہتھیار کو حسین ترین مگر کند ہتھیار پر بہتر اور جہ تزیج و دیکھا۔ پھر وہ صناعتِ اسلحہ سازی کے معلوم و متعارف طریقوں کا بھی غلام نہ ہوگا بلکہ میدان کے تجربوں پر انہیں پرکھے گا اور ان تجربات کی روشنی میں اصولِ صناعت کو زیادہ سے زیادہ بہتر طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کرے گا، خواہ وہ فن کے مروجہ طریقوں کے بالکل خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر اس کا مقصد ہی یہ متعین کرے گا کہ صناعتِ اسلحہ سازی کے اصول پر جن اقسام کے ہتھیار بننے ممکن ہیں ان میں سے وہ کس قسم کے ہتھیار بنائے اور کس قسم کے نہ بنائے۔ بہت سے وہ ہتھیار جو فنِ طبیب کی اغراض کے لیے یا پیشہ ور کی دکان کے لیے عین مطلوب ہیں، سرے سے اس کے کارخانہ کی اسکیم میں جگہ ہی نہ پائیں گے، اور بہت سے ان ہتھیاروں کو اس کے ہاں سرفہرست جگہ ملے گی جنہیں بنانے کی ضرورت نہ فنِ کار محسوس کرتا ہے نہ پیشہ ور۔ پھر وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس بات کا تصور تک نہ کر سکے گا کہ اپنے بنائے ہوئے ہتھیار اپنے دشمنوں کے ہاتھ بیچ دے فنِ کار اپنے فن میں مگن ہوتا ہے، اس کا کسی کارزار سے تعلق ہی نہیں ہوتا کہ کوئی اس کا دوست یا دشمن ہو۔ پیشہ در ہر خریدار کا نیاز مند ہوتا ہے، اس کو اس سے کیا بحث کہ خریدنے والے اس کا بنایا ہوا مال کس غرض سے خرید رہے ہیں۔ مگر یہ جنگ آزما اسلحہ ساز تو میدان میں دوست بھی رکھتا ہے اور

دشمن بھی، اس کے لیے تو ناممکن ہے کہ اپنا ایک تیر بھی دشمن کے ترکش میں جاتا دیکھ سکے۔ جب اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کا کاغذانہ دشمن کے ہاتھ پڑ کر اس کے لیے اسلحہ بنائے گا تو یہ اسے خود اپنے ہاتھ سے ڈائنامیٹ لگا کر اڑا دیتا ہے اور اس بات کی کچھ پروا نہیں کرتا کہ میں نے برسوں کی محنت اور دلوں روپے کے صرف سے کیا غنا بنایا تھا۔

جس طرح اسلحہ سازی ایک قسم کی تیاری ہے اسی طرح تزکیہ نفس بھی ایک قسم کی تیاری ہی ہے۔ تزکیہ کے دو معنی ہیں پاک صاف کرنا اور نشوونما دینا۔ ان دونوں معنوں کے لحاظ سے تزکیہ نفس کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو غیر مطلوب صفات سے پاک کیا جائے اور مطلوب صفات کی آبیاری سے اس کو پروان چڑھایا جائے۔ پس درحقیقت تزکیہ نفس اور اخلاقی تیاری دونوں ہم معنی ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جس طرح دوسری تمام تیاریوں کے معاملہ میں تیاری بچلے خود ایک مہمل چیز ہے اسی طرح یہ اخلاقی تیاری بھی بذات خود مہمل ہے تاوقتیکہ یہ بات واضح طور پر محقق نہ ہو کہ تیاری کس مقصد کے لیے ہے۔ مقصد ہی اس امر کا فیصلہ کرنے والی چیز ہے کہ کونسی صفات اس کے حصول میں مانع ہیں جن سے نفس کو پاک کیا جائے اور کونسی صفات اس کے حصول میں مددگار ہیں جن کو نشوونما دینے کی سعی کی جائے۔ مقصد ہی اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کس پہلے کا انسان درکار ہے جسے بنانے کی کوشش کی جائے اور کس پہلے کے انسان غیر مفید یا نا کافی ہیں جن کے بنانے کی یا تو کوشش ہی نہ ہو، یا جن کے بن جانے پر اکتفاء کیا جائے۔ مقصد ہی کی نوعیت پر اس سوال کا فیصلہ بھی منحصر ہے کہ تزکیہ نفس کے طریقوں میں سے کونسا طریقہ پیانہ مطلوب کے انسان تیار کرنے کے لیے مناسب ہے اور تزکیہ کی تدابیر میں سے کن کن تدبیروں کو کس تناسب کے ساتھ استعمال کیا جائے کہ اس پیانہ کے انسان ڈھل سکیں۔

یہ مقصد کا سوال اس تزکیہ نفس کے مشے میں اتنا اہم ہے کہ نہ صرف تزکیہ کی نوعیت اور اس کے پہلے اور اس کی مضہاج ہی کا اس پر انحصار ہے، بلکہ فی الحقیقت ایک قسم کے تزکیہ اور دوسری قسم کے تزکیہ میں

فرق و امتیاز بھی اسی کے لحاظ سے ہوتا ہے اور مختلف اقسام کے ترکیبوں کی قدر و قیمت بھی اسی کی بنا پر متعین کی جاسکتی ہے۔ بہت سے لوگ تزکیہ نفس کو بجائے خود کوئی بہت بڑی قیمتی چیز سمجھتے ہیں اس لیے مقصد سے قطع نظر کر کے نفس تزکیہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ نفس تزکیہ محض ایک بے معنی چیز ہے۔ اسی طرح بہت سے نادان فکروں اس مماثلت سے دھوکہ کھا جاتے ہیں جو مختلف مقاصد کے ترکیبوں کی بعض مشترک تدابیر میں پائی جاتی ہیں۔ ایک بلند ترین اور صحیح ترین مقصد کے لیے جو طریقہ کسی حکیم نے اختیار کیا ہے انہی طریقوں کو جب اس مقصد سے ہٹے ہوئے لوگ دوسرے پست یا غلط مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں تو دیکھنے والے طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی سمجھتا ہے کہ جب یہ ان طریقوں کو استعمال کر رہے ہیں تو ضرور ان کا مقصد بھی وہی ہوگا جو اس حکیم کا تھا۔ کوئی گمان کرتا ہے کہ ان طریقوں کا استعمال بجائے خود محمود ہے قطع نظر اس سے کہ کس مقصد کے لیے کیا جائے۔ اور کوئی بیچارہ سادہ لوحی کی اس حد کو پہنچ جاتا ہے کہ یہ پست اور غلط مقاصد کے لیے تزکیہ نفس کرنے والے جب اس بڑے حکیم کے نسخے کی ترکیب اور اس کے تناسب میں ترمیم کر کے، اس کے بعض اجزاء کو نکال کر بعض اجزاء کی مقدار بعض دوسرے اجزاء سے بڑھا کر اور بعض بظاہر مباح اجزاء اپنی طرف سے اس میں بڑھا کر اسے اپنے مقاصد کے لیے مناسب بناتے ہیں تو وہ غریب اس نئی ترکیب کے راز کو نہیں پاسکتا اور یقین لے آتا ہے کہ یہ نسخہ بھی صحیح ہے۔ حالانکہ اگر باضابطہ حکیمانہ طریقہ سے تزکیہ نفس کے مسئلہ کا مطالعہ کیا جائے، مقاصد کے لحاظ سے ترکیبوں کی انواع و اقسام میں امتیاز کیا جائے اور تدابیر تزکیہ کا اس اعتبار سے جائزہ لیا جائے کہ مختلف نوعیت کے ترکیبوں میں بعض مشترک تدابیروں کا استعمال کس طرح مختلف طور پر ہوتا ہے ہر نوعیت کے ترکیب میں ان تدابیر کی روح دوسری نوعیتوں کے ترکیبوں سے کس قدر مختلف ہوتی ہے اور ان تدابیر کے تناسب کا ترکیب کے مزاج میں کتنا دخل ہے، تو اس قسم کی ساری غلط فہمیاں ختم ہو جاتی ہیں اور حقیقت بالکل کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

اسلحہ سازی کی جو مثال ابھی ہم نے اوپر دی ہے اگر آپ اسے نظر میں رکھیں اور پھر اس مسئلہ پر

غور کریں تو سارا معاملہ آسانی آپ کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ آپ اس مثال میں ہتھیار کی جگہ انسان کو رکھ دیں اور اسلحہ ساز کے مقام پر اس شخص کو رکھیں جو تزکیہ سے انسانوں کو تیار کرنا چاہتا ہے۔ لا محالہ یہاں بھی سب سے پہلے وہی سوال پیدا ہوگا جو اسلحہ سازی کے معاملہ میں پیدا ہوا کہ یہ شخص آخر کس غرض کے لیے انسان تیار کرنا چاہتا ہے؟ انسان سازی آرٹ کے نقطہ نظر سے بھی ہو سکتی ہے، پیشہ ورانہ بھی ہو سکتی ہے، اس غرض سے بھی ہو سکتی ہے کہ آپ دنیا میں خود اپنی ایک اسکیم رکھتے ہیں اور اپنے تیار کیے ہوئے انسانوں کی طاقت سے اس کو جاری کر کے اپنے ذمیوی مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور اس غرض سے بھی ہو سکتی ہے کہ آپ دنیا میں خدا کی اسکیم کو جاری کر کے اس کی رضا کو پہنچنا چاہتے ہیں۔ ان تمام مختلف اغراض کے لیے جو انسان سازی کی جائے گی اس میں بہت سی چیزیں مشترک ہوں گی۔ مثلاً متعدد انسانی صفات ایسی پائی جائیں گی جنہیں سب یا اکثر انسان ساز دور کرنا چاہیں گے، کیونکہ وہ ان سب کی یا اکثر کی جداگانہ اغراض کے حصول میں مانع ہوتی ہیں۔ اسی طرح متعدد صفات ایسی ملیں گی جنہیں وہ سب یا اکثر نشو و نما دینے کے خواہشمند ہوں گے کیونکہ وہ ان کی الگ الگ اغراض کے حصول میں مددگار ہوتی ہیں۔ اس طرح اخلاقی تیاری کی بہت سی تدبیریں بھی آپ ایک غرض کی انسان سازی میں وہی پائیں گے جو دوسری غرض کی انسان سازی میں پائیں گے۔ لیکن ان ظاہری مماثلتوں کے باوجود مختلف اقسام کی انسان سازیوں کے مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہی رہیں گے اس لیے کہ غرض و مقصد کا اختلاف ان کے راستوں کو لازماً جدا کر دے گا۔ جن صفات کو غیر مطلوب سمجھنے میں یہ سب متفق ہوں گے ان کے غیر مطلوب ہونے کی وجہ ہر ایک کی نگاہ میں دوسرے سے مختلف ہوگی، ان کی غیر محمودیت کے مراتب بھی سب کے ہاں یکساں نہ ہوں گے، اور ان کے سوا بہت سی صفات ایسی ملیں گی جو ایک کے ہاں سخت مذموم ہوں گی اور دوسرے کے ہاں صفات مذمومہ کی فہرست میں سرے سے ان کا ذکر تک نہ ملے گا۔ پس نہ صرف یہ کہ مشترک صفات مذمومہ کے مذموم ہونے میں ہر ایک کا نقطہ نظر دوسرے سے مختلف ہوگا، بلکہ کلی حیثیت سے ایک کی صفات مذمومہ کا مجموعہ دوسرے کے مجموعہ سے مختلف پایا جائے گا۔ یہی صورت حال صفات مطلوبہ کے معاملہ میں آپ دیکھیں گے کہ صفات کے مطلوب

ہونے کی وجہ میں یہ سب غیر متحقق ہوں گے، ان کے مراتب مطلوبیت و محمودیت میں بھی ان کے درمیان اتفاق نہ ہوگا اور ایک کی صفات مطلوبہ کا مجموعہ دوسرے کے مجموعہ سے نہ ملے گا۔ اسی طرح تدابیر میں آپ دیکھیں گے کہ مشترک تدابیر میں بھی ہر ایک کے ہاں دوسرے سے مختلف روح کا ذرا ہوگی، ان کی اہمیت کے درج میں بھی اختلاف ہوگا، اور مجموعی حیثیت سے ایک کا نظام انسان سازی اپنی ترکیب، اپنی تدابیر کے تناسب میں دوسرے کے نظام انسان سازی سے بالکل غیر مشابہ ہوگا۔

انسان سازی اگرچہ نام کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے، لیکن دیکھیے، غرض و مقصد کے اختلاف سے مختلف اقسام کے انسان سانوں میں کتنا بڑا اختلاف ہو جاتا ہے۔ اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تزکیہ نفس کے ان مختلف اسکولوں میں ہم فرق کیسے کریں گے اور کس طرح یہ تعین کریں گے کہ ان میں سے کون محض آرٹسٹ ہے، کون پیشہ ور ہے، کون دنیا میں اپنی اسکیم چلانے کے لیے جدوجہد کرنا چاہتا ہے، اور کون خدا کی اسکیم جاری کرنے کے لیے سعی و عمل کے میدان میں اترنا چاہتا ہے؟ یہ فرق و امتیاز ظاہر ہے کہ دوسری طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ ہم ہر اسکول کے نظام تزکیہ کا جائزہ لیں۔ دوسرے یہ کہ ہم ہر اسکول کے طرز عمل کو دیکھیں۔

آرٹسٹ کا امتیازی وصف یہ ہوتا ہے کہ خوش وقتی، حسن، لطافت، کمالات معنوی، ظہور حجاب، اور شاہدہ جمال معنوی اس کے نظام کی بنیادی قیاس ہوتی ہیں۔ اس لیے آرٹسٹ کے نقطہ نظر سے تزکیہ نفس کے جتنے اسکول قائم ہوں گے ان میں لازماً یہی چیزیں زیادہ نمایاں ہوں گی۔ ان کے ہاں صفات مذکورہ کی فہرست اس لحاظ سے مرتب ہوگی کہ جو صفات آرٹسٹ کے نقطہ نظر سے جتنی زیادہ مذموم ہیں ان کے وعدہ کرنے پر اتنا ہی زیادہ نادم یا جاسے گا۔ طہارت، لطافت، آداب، ریاضی کیٹ،، اوضاع و فیشن (لہجہ) اسی نوعیت کی دوسری چیزوں میں مقرر ضابطوں سے معمولی انحراف کو بھی وہ بڑے معاصی میں شمار کریں گے جن صفات سے ان کے نزدیک روح کی پہاڑ میں فرق آتا ہے، یا جو صفات لطائف کے گلے میں مانے

ہوتی ہیں، یا جن سے کلمات معنوی کا حصول نہیں ہو سکتا، وہ ان کے ہاں اصل صفات غیر محمودہ قرار پائیں گی۔ اسی طرح صفات محمودہ میں بھی آپ اُن کی پوری فہرست پر آرٹ کو مستط پائیں گے۔ آپ کو صریح طور پر محسوس ہو گا کہ ان کو زیادہ تر دلچسپی زندگی کے حسن سے ہے اور اس سے آگے بڑھ کر اگر یہ کچھ چاہتے ہیں تو صرف وہ اخلاقی خوبیاں جن سے نفس میں لطیف قوتیں پیدا ہوں، عالم بالا کی طرف پرواز کی طاقت آئے، اور ماورائے مادہ لذتوں کے اداک کی صلاحیت نشوونما پائے۔ گو یا کہ وہ ایک نفیس ریڈیو سیٹ بنانا چاہتے ہیں جو نہایت متناسب اور خوش وضع بھی ہو اور لطیف ترین آوازوں کو اخذ بھی کرے، یا ایک خوبصورت کیمرا بنانا چاہتے ہیں جو ستھرا بھی ہو اور جس کی پلیٹ پر لطیف ترین صورتیں ترسیم بھی ہو سکیں۔ ان کے لیے دنیا میں کرنے کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جس کی خاطر انہیں خارج کی طاقتوں سے کشمکش اور مقابلہ پیش آئے، جس میں ذمہ داریوں کا بوجھ سہارنے کی طاقت درکار ہو، جس میں تمدن، معاشرت، سیاست اور تہذیب افکار و اعمال کے مسائل سے انہیں دوچار ہونا پڑے اور کسی رنجانی اسکیم کو فرائض اور مخالفتوں کے علی الرغم نافذ کرنے کی ضرورت ہو۔ اس لیے وہ صفات محمودہ وغیرہ محمودہ کے اُس پورے شعبے کا نوٹس تک نہیں لیتے جو دنیا کے میدان کارزار میں ایک متعین مقصد کے کراٹرنے والے کے نقطہ نظر سے مطلوب یا غیر مطلوب ہوا کرتی ہیں۔ انہیں عبادت کی مضبوطی سے بحث نہیں، صرف اس کی زمینیت، اس کے تناسب اور اس کے رنگ و روغن اور نقش و نگار سے بحث ہے۔ ان کو سیرت کا زور اور اس کی صلاحیت مطلوب نہیں، محض اس کا حسن مطلوب ہے۔ ان کو نفس کی وہ ذریعہ دست طاقتیں درکار نہیں جن سے دنیا میں بھاری ذمہ داریوں کو سنبھالنے اور بڑے کام انجام دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ وہ لطیف قوتیں مطلوب ہیں جن سے وہ کشف صدور، کشف قبور، اداک لطائف غیبی اور اسی نوع کی دوسری چیزوں پر قادر ہو جاتے۔ اسی لیے وہ تدابیر تزکیہ میں سے صرف انہی چیزوں کو اختیار کرتے ہیں جو ان کی اس غرض کے لیے موزوں ہوتی ہیں۔ مسلمان آرٹسٹ ہوں یا غیر مسلم آرٹسٹ، سب کی غرض ان تدابیر سے فی الجملہ ایک ہی ہے، اور سب کے ہاں ان تدابیر کا مزاج یکساں ہے۔ فرق اگر ہے تو یہ کہ مسلمان آرٹسٹ ان تدابیر کا انتخاب اسلام کے مجموعہ تدابیر میں سے کرتا ہے، ان کو پورے مجموعہ میں سے جو کسی اور غرض کے لیے ایک اور ہی مناسب

بنایا گیا تھا، الگ نکال کر اپنے لیے مفید مطلب بناتا ہے، ان کے ساتھ اسی فریج کی کچھ دوسری تدبیروں کا کبھی بشرطِ اباحت اور کبھی بلاشرطِ اباحت جوڑ لگاتا ہے، اور اس طرح وہ نفوسِ زکیہ تیار کرتا ہے جو اس کے آرٹ کے نقطہ نظر سے مثالی نفوس ہوتے ہیں۔

اب پیشہ و مرضی کو لیجیے۔ اس کے ہاں آپ نصب العین کو بڑی حد تک منقود پائیں گے۔ اس کے معامل میں آپ کو ہر ماڈل کے نفوسِ زکیہ مل جائیں گے۔ وہ کوشش کرے گا اُن صفاتِ نیکہ کو دہرا کر کے کہ جو ترکیب کی ہنڈی میں غیر مطلوب ہیں اور پورا زور صرف کر دے گا اُن صفاتِ حسنہ کو نشوونما دینے پر جن کی اس بازار میں مانگ پائی جاتی ہے۔ اسی غرض کے لیے وہ ترکیب کی چند مناسب تدبیریں اختیار کرے گا، پھر ان تدبیروں سے جو نفوسِ زکیہ تیار ہوں گے ان کو چھوڑ دے گا کہ بازار میں جہاں کھپ سکیں کھپ جائیں اس کا حال پیشہ و مسلحہ ساز کا سا ہو گا جسے اس بات کی کچھ پروا نہیں ہوتی کہ اس کی صیقل کی ہوئی تموایں کس کی کمر میں بندھتی ہیں اس لیے کہ دنیا کے میدانِ کارزار میں اُس کی نہ کسی سے جنگ ہے نہ دشمنی۔ وہ اس رزم گاہ میں ایک غیر جانبدار کاریگر ہے جس کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ اچھے اچھے پرہیزگار، مرض شناس، متدین، خوش معاملہ آدمی تیار کر دے۔ اب اگر یہ اس کے کارخانے کا مارکہ پیشانی پر بیسے ہوئے کسی ظالم کی پولیس میں "متقی" تھانہ دار بن جائیں، یا کسی طاغوت کی عدالت میں غیر الملّی بلکہ صریح خلافِ شریعت الہی کی بنیاد پر مقدمہ لڑنے والے "متدین" وکیل یا خود فیصلہ کرنے والے "پرہیزگار" طاغوت بن جائیں، یا اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے اُن میدانوں میں دھاوے ماریں جہاں عملاً اللہ کے کھلے باغیوں کی کبریائی قائم ہوتی ہے، تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ ایسے جتنے کامیاب پونزے اُس کی خانقاہ سے غسوب ہوں گے اسی قدر زیادہ اس کی کامیابی کی شہادت فراہم ہوگی۔ اس کی تو اصل کامیابی یہی ہے کہ اس کے تیار کیے ہوئے پونزے خدا کی یاد اور اس کے خوف سے پائیداری حاصل کر کے خود خدا ہی کے باغیوں کی مشین میں نہایت خوبی کے ساتھ نصب ہو جائیں انسانِ باغیوں کے اپنے ڈھالے ہوئے پونزوں سے بھی کچھ زیادہ قابلِ اعتماد ثابت ہوں۔

اس کا رویہ میں یہ پیشہ ور مگر کی نہ محض اخلاقی حسن و قبح کے معیار کو، اور نہ صرف تداویرِ تزکیہ کے نظام کو اپنے پیشہ کے مزاج پر ڈھالتا ہے بلکہ ایک الگ نظریہ زندگی اور ایک پورا فلسفہ حیات وضع کر دیتا ہے جس کے بغیر اس کا یہ پیشہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساختہ پر داختہ انسانوں کے دماغ اس تصور کی پیداوار کے لیے بالکل بنجر ہو جاتے ہیں کہ دنیا میں وہ اپنا بھی کوئی نظام زندگی رکھتے ہیں جسے دوسرے نظاموں کے بجائے قائم کرنے کے لیے انہیں مجاہدہ کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس وہ انہیں ہر نظام غالب میں بسہولت دیتے اور اس سے سازگاری کرنے اور اس کے اندر کھپ جانے کے لیے تیار کرنا ہے اور مذہب، اخلاق، روحانیت اور تہذیب کا ایک ایسا مناسب خلاصہ نکال کر انہیں دے دیتا ہے جسے ساتھ رکھ کر وہ ہر نظام فاسد کے جزو صالح بن سکتے ہیں۔

دنوی مقصد کے لیے جدوجہد کرنے والوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں وہ بھی شامل ہیں جن کے پیش نظر اپنا یا اپنے خاندان یا طبقے کا کوئی مقصد ہوتا ہے، وہ بھی جو حق قوم یا حب وطن کی بنا پر ایک مقصد لے کر اٹھتے ہیں، اور وہ بھی جو مجروح و انسانی مفاد کے لیے کوئی اسکیم چلانا چاہتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض کسی روحانی و اخلاقی مذہب کو مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے۔ جرنیات میں ان سب کے طریق انسان سازی میں کافی فرق ہوتا ہے۔ لیکن حیثیت مجموعی ان سب کی مشترک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ انسان کو اس حیثیت سے کم ہی دیکھتے ہیں کہ وہ انسان ہے، اس کے ساتھ زیادہ تر دلچسپی انہیں صرف اس حیثیت سے ہوتی ہے کہ وہ ان کے مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یہی نقطہ نظر ان کی انسان سازی کے پسے نظام پر حاوی ہوتا ہے، گویا کہ وہ انسان نہیں بناتے بلکہ اپنی اسکیم کے آلات اور اپنی جنگ کے ہتھیار بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صفات محمودہ و غیر محمودہ میں سے وہ صفات ان کی فہرست میں جگہ نہیں پاتیں جو انسانیت کے لحاظ سے محمود و غیر محمود ہیں۔ ایسی کچھ صفات سے وہ تعرض کرتے بھی ہیں تو انسانیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ محض افادیت کے لحاظ سے۔ دراصل ان کی پوری فہرست اخلاق اس بنیاد پر مرتب ہوتی ہے کہ ان کی اسکیم کے نفاذ کا آلہ ہونے کی حیثیت سے انسان میں کوئی

صفات ہونی چاہئیں اور کونسی نہ ہونی چاہئیں۔ اسی بنیاد پر وہ اپنا نظام تزکیہ و تربیت تعمیر کرتے ہیں۔ اگر آپ ان کے اس نظام انسان سازی کے مزاج کو سمجھنا چاہیں تو صرف ایک بات اس کی مکمل تشخیص کیے کافی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جو صفات فی الواقع انسانیت عالیہ کی خصوصیات میں سے ہیں ان کو بھی یہ نظام اس طور پر اپنے تربیت یافتہ انسانوں میں پرورش کرتا ہے کہ وہ ثمر قب انسانیت کے بجائے محض ایک ہتھیار کی خوبی بن کر رہ جاتی ہیں۔ مثلاً صبر، کہ وہ بہترین انسانی صفات میں سے ہے، مگر یہ نظام جن انسانوں میں اتنا صبر پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بموں کی بارش میں بھی ڈٹے رہتے ہیں ان کے اندر اتنا بھی صبر پیدا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی خواہشات نفسانی کے ایک معمولی سے تعلق سے ہی کے مقابلہ میں ٹھہر جائیں۔

ان سب کے مختلف معاملہ اس شخص کا ہے جو انسان کو اس غرض کے لیے تیار کرنا چاہتا ہو کہ وہ خدا کے امتحان میں کامیاب ہو اور اس منصب خلافت کا، جو خدا نے انسان کے سپرد کیا ہے، پورا پورا حق ادا کر کے خدا کی رضا کو پہنچے۔ اس غرض کے لیے وہ اخلاق کے مسئلے کو اس وسعت کے ساتھ اور پھر اس تجربہ رسی و باریک بینی کے ساتھ دیکھے گا جس کے ساتھ کوئی دوسرا اسے نہیں دیکھتا۔ وہ اس پورے دائرہ زندگی کی پیمائش کرے گا جس میں انسان کی آزمائش ہو رہی ہے۔ اس دائرے کے ہر حصہ کے متعلق تحقیق کرے گا کہ کس حصہ میں کس پہلو سے آزمائش ہے اور اس آزمائش میں کامیابی کا مدار کس چیز پر ہے۔ پھر بحیثیت مجموعی پوری زندگی کے امتحان کے متعلق یہ شخص کرے گا کہ اس میں فی الواقع اللہ تعالیٰ کا وہ منشا کیا ہے جسے پورا کرنے پر ہی انسان کی کامیابی منحصر ہے پھر اسی نقطہ نگاہ سے یہ دیکھے گا کہ انسان کے اندر اس کے باہر کون کون سی چیزیں ایسی ہیں جو اس کی کامیابی میں سد راہ ہوتی ہیں باطن میں سے ہر ایک کا سد راہ ہونے کی حقیقت سے کیا مرتبہ ہے، اور اسی طرح باطن و خارج میں کیا چیزیں اس کی کامیابی کے لیے مفید و معاون ہیں اور اس افادت و معاونت کے اعتبار سے ان کے کیا مدارج ہیں۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر وہ مطلوب اور غیر مطلوب امور کی فہرست مرتب کرے گا اور اسی بنیاد پر اس امر کا تعین بھی کرے گا کہ کونسی چیز کس درجہ میں مطلوب یا غیر مطلوب ہے اور اسے

حاصل کرنے یا مٹانے پر کتنا زور صرف کرنا چاہیے۔ پھر یہی وہ بنیاد ہے جس پر وہ تزکیہ کی تدابیر کا انتخاب کرے گا۔ اس کے نظام تزکیہ میں ایسی تمام تدابیر جمع ہونگی جن سے انسان کی کامیابی کے باطنی موانع دور ہوں اور اس کے اندر خارجی موانع کو ہٹانے اور مٹانے کا غم اور بل بوتہا نشوونما پاسکے، نیز جن سے وہ چیزیں اس کے باطن میں ابھریں اور ترقی کریں جو اس کی کامیابی میں مددگار ہو سکتی ہیں اور ان چیزوں کو وہ حاصل کر لے اور ترقی دینے کا مشاق اور اہل بن جائے جو خارج میں اس کے لیے موجب فخر و فلاح ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ ایسی تمام تدبیروں کو اپنے نظام میں جمع کرے گا، بلکہ وہ حقیقت اس کے نظام میں ان تمام تدبیروں کے اندر اسی مقصد کی روح کا فرما ہوگی اور اسی مقصد کو ملحوظ رکھ کر وہ ان تدبیروں کو ایک تناسب کے ساتھ اپنے نظام تزکیہ میں جگہ دے گا۔

بہی آخری قسم کا تزکیہ نفس اسلامی تزکیہ نفس ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نظام تزکیہ کے مصطلحات اور اس کے بعض اجزاء کسی دوسری نوعیت کے نظام تزکیہ میں بھی پائے جائیں، لیکن سخت غلطی پر ہوگا وہ شخص جو محض اتنی مماثلت دیکھ کر اسے اسلامی تزکیہ نفس سمجھ بیٹھے گا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ جہاں مطلوب اور غیر مطلوب اشیاء کی فہرست میں اسلام کی فہرست سے کچھ کمی بیشی پائی جاتی ہے، جہاں ان کے مراتب مطلوبیت و غیر مطلوبیت میں بھی کچھ الٹ پھیر ہے، جہاں تزکیہ نفس کے کام میں آرٹ یا پیشہ ویسی یا دنیا طلبی کا رنگ پایا جاتا ہے، اور جہاں تدابیر تزکیہ میں اور ان کے اس تناسب میں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا، تصرف بھی کیا جائے، وہاں ضرور مقصد تزکیہ بدل گیا ہے اور مقصد کے بدل جانے کی وجہ سے نوعیت تزکیہ بھی بدل چکی ہے۔ ایسا تزکیہ نفس خواہ اس میں تقویٰ و طہارت کی کتنی ہی گفتگو ہو، اور خواہ اس میں اسلامی تزکیہ نفس کے مقدس ترین اجزاء کتنے ہی میلان کے ساتھ شامل کیے گئے ہوں، ہر حال اس قدر کا مستحق نہیں ہو سکتا جو صرف اسلامی تزکیہ نفس ہی کے لیے مختص ہے۔ غلط یہ ہے کہ کسی مقصد کے لیے لڑنے والے نے اگر تلوار پر صیقل کا ایک ایک ہاتھ ماننے کو بڑے اجر و ثواب کا کام قرار دیا ہو، تو یہ اجر و ثواب کا حکم وہاں ہرگز چسپاں نہ ہوگا جہاں محض آرٹ کے طور پر صیقل کے ہاتھ مارے جا رہے ہوں یا جہاں اس کے دشمن کے لیے تلواریں صیقل کی جا رہی ہوں۔